بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ جرمنی

جماعت احمدیہ

اخبار احمدیہ

جرمنی کا ترجمان

نگران: مبارک احمد تنویر صاحب انچارج شعبہ تصنیف   مدیر: حامد اقبال

جلد نمبر17 شمارہ نمبر09 ماہ تبوک۔اخاء 1391 ہجری شمسی بمطابق ستمبر۔اکتوبر 2012ء

قرآن کریم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

(الاحزاب:۵۷)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حدیث مبارکہ

عَنۡ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ شَفِیۡعٍ فِی الۡجَنَّۃِ لَمۡ یُصَدَّقۡ نَبِیٌّ مِنَ الۡاَنۡبِیَآءِ مَاصُدِّقۡتُ

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں جس قدر میری تصدیق کی گئی ہے کسی نبی کی تصدیق نہیں کی گئی۔

(مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین ،الفصل الاول)

عَنۡ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیۡ لِتَمَامِ مَکَارِمِ الۡاَخۡلَاقِ وَکَمَالِ مَحَاسِنِ الۡاَفۡعَالِ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مکارم اخلاق اور محاسن افعال تمام کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

(مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین ،الفصل الثانی)

اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام

محبوب الٰہی بننے کے لئے واحد راہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

’’پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک کامل نمونہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور محبوب الٰہی بننے کا ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرمادیا کہ

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ (آل عمران:۳۲)

یعنی ان کو کہہ دو کہ تم اگر چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ اور تمہارے گناہ بخش دئے جاویں، تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ میری اطاعت کرو۔

کیا مطلب کہ میری پیروی ایک ایسی شے ہے جو رحمت الٰہی سے ناامید ہونے نہیں دیتی۔گناہوں کی مغفرت کا باعث ہوتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بنادیتی ہے اور تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اسی صورت میں سچا اور صحیح ثابت ہوگا کہ تم میری پیروی کرو۔

اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے کسی خودتراشیدہ طرزِ ریاضت ومشقت اور جپ تپ سے اللہ تعالیٰ کا محبوب اور قرب الٰہی کا حق دار نہیں بن سکتا۔انوار وبرکات الٰہیہ کسی پر نازل نہیں ہوسکتیں جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں نہ کھو جائے۔

اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گم ہو جاوے اور آپ کی اطاعت اور پیروی میں ہر قسم کی موت اپنی جان پر وارد کرلے۔اس کو وہ نورِ ایمان، محبت اور عشق دیا جاتا ہے جو غیر اللہ سے رہائی دلادیتا ہے۔اور گناہوں سے رستگاری اور نجات کا موجب ہوتا ہے۔اسی دنیا میں وہ ایک پاک زندگی پاتا ہے۔اور نفسانی جوش وجذبات کی تنگ وتاریک قبروں سے نکال دیا جاتا ہے۔اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے۔اَنَا الۡحَاشِرُ الَّذِیۡ یُحۡشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیۡ یعنی میں وہ مردوں کو اٹھانے والا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جاتے ہیں۔غرض یہ ہے کہ وہ علوم جو مدار نجات ہیں۔یقینی اور قطعی طور پر بجز اس حیات کے حاصل نہیں ہوسکتے۔جو بتوسط روح القدس انسان کو ملتی ہے اور قرآن شریف کی یہ آیت صاف طور پر اور پکار کر یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ حیات روحانی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ملتی ہے اور وہ تمام لوگ جو بخل اور عناد کی وجہ سے نبی کریمؐ کی متابعت سے سرکش ہیں، وہ شیطان کے سائے کے نیچے ہیں۔اس میں اس پاک زندگی کی روح نہیں ہے۔جو بظاہر زندہ کہلاتا ہے۔لیکن مردہ ہے۔جبکہ شیطان اس کے دل پر سوار ہے‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۲۶،۴۲۷)

مشعلِ راہ

آج کے ہر احمدی کے ذمہ داری

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آج کے اس دور میں جہاں اسلام اور آنحضور ﷺ کے ذاتِ اقدس پر ناپاک حملے کئے جارہے ہیں احباب جماعت کو آنحضور ﷺ پر کثرت سے دورد شریف بھیجنے، اپنے عملی نمونے ٹھیک کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آج احیاءِ دین کے لئے اسلام کی کھوئی ہوئی شان وشوکت واپس لانے کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں کھڑا ہونے کے لئے، اللہ تعالیٰ نے جس جری اللہ کو کھڑا کیا ہے اس کے پیچھے چلنے سے اور اس کے دیئے ہوئے براہین اور دلائل سے جو اللہ تعالیٰ نے اسے بتائے ہیں اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا پوری آب وتاب اور پوری شان وشوکت کے ساتھ دنیا میں لہرائے گا۔ انشاء اللہ۔ اور لہراتا چلا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس زمانے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اور لوگوں کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام پر کیسے سخت دن ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم فرمایا جو کھوئی ہوئی عظمت کو بحال کرے گا۔ اس لئے مسلمانوں کو فرمایا کہ اب اپنی ضدیں چھوڑو اور غور کرو کہ کیا اللہ تعالیٰ ایسے حالات میں بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہر طرف سے حملے ہورہے ہیں ان کی عزت قائم کرنے کے لئے جوش میں نہیں آیا؟ جبکہ وہ دُرود بھیجتا ہے۔

اقتباس پورا اس طرح ہے۔ فرمایا کہ:

''یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان پُر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے یہ مبارک ارادہ فرمایا کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا اور ایک سلسلہ کو قائم کیا۔ مَیں ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اس کی عزت اور وقعت ان کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اس سے بڑھ کر اسلام پر گزرا ہے جس میں اس قدر سبّ وشتم اور توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گئی ہو۔ اور قرآن شریف کی ہتک ہوئی ہو؟ پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے اور بعض وقت میں اس درد سے بے قرار ہو جاتا ہوں کہ ان میں اتنی حس بھی باقی نہ رہی کہ اس بے عزتی کو محسوس کر لیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عزت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی جو اس قدر سبّ وشتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا اور ان مخالفین اسلام کے منہ بند کر کے آپؐ کی عظمت اور پاکیزگی کو دنیا میں پھیلاتا۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں کہ اس توہین کے وقت میں اس صلوٰۃ کا اظہار کس قدر ضروری ہے اور اس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے کی صورت میں کیا ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 8-9)

یہ فقرہ دیکھیں کہ اس طرح جماعت احمدیہ پر بہت بڑی ذمہ واری پڑتی ہے جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

پس جہاں ایسے وقت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی مچا ہوا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپ پر دُرود بھیجتے ہوں گے، بھیج رہے ہوں گے، بھیج رہے ہیں۔ **ہمارا بھی کام ہے جنہوں نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق اور امام الزمان کے سلسلے اور اس کی جماعت سے منسلک کیا ہوا ہے کہ اپنی دعاؤں کو درود میں ڈھال دیں اور فضا میں اتنا درود صدق دل کے ساتھ بکھیریں کہ فضا کا ہر ذرہ درود سے مہک اٹھے اور ہماری تمام دعائیں اس درود کے وسیلے سے خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچ کر قبولیت کا درجہ پانے والی ہوں۔** یہ ہے اس پیار اور محبت کا اظہار جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہونا چاہئے اور آپؐ کی آل سے ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو بھی عقل دے، سمجھ دے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرستادے کو پہچانیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس روحانی فرزند کی جماعت میں شامل ہوں جو صلح، امن اور محبت کی فضا کو دوبارہ دنیا میں پیدا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو بلند کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کے باوجود آج پھر دیکھ لیں چودہ سو سال کے بعد بھی اسی مہینے میں جب محرم کا مہینہ ہی چل رہا ہے اور اسی سرزمین میں پھر مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے مگر سبق کبھی بھی نہیں سیکھا اور ابھی تک خون بہاتے چلے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اور اس عمل سے باز آئیں اور اپنے دل میں خدا کا خوف پیدا کریں اور اسلام کی سچی تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں۔ **یہ سب کچھ جو یہ کر رہے ہیں زمانے کے امام کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انکار کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

پس آج ہر احمدی کی ذمہ داری ہے، بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ جس نے اس زمانے کے امام کو پہچانا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبے کی وجہ سے بہت زیادہ دُرود پڑھیں، دعائیں کریں، اپنے لئے بھی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی تا کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو تباہی سے بچا لے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی دعاؤں میں امت مسلمہ کو بہت جگہ دیں۔ غیروں کے بھی ارادے ٹھیک نہیں ہیں۔ ابھی پتہ نہیں کن کن مزید مشکلوں اور ابتلاؤں میں اور مصیبتوں میں ان لوگوں نے گرفتار ہونا ہے اور ان مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑنا ہے۔ اور کیا کیا منصوبے ان کے خلاف ہو رہے ہیں۔ اللہ ہی رحم کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ سیدھے راستے پر چلاتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہم شکر گزار بندے ہوں۔ اور اس کا شکر کریں کہ اس نے ہمیں اس زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق دی ہے۔ اور اب اس ماننے کے بعد اس کا حق ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلانے والا بنائے۔

(خطبات مسرور جلد ۴ صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۶)

کلام سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

نعت خیر البشر

السلام! اے ہادیٔ راہ ہدیٰ جانِ جہاں
والصلوٰۃ اے خیرِ مطلق اے شہ کون ومکاں

تیرے ملنے سے ملا ہم کو وہ ''مقصود حیات''
تجھ کو پا کر ہم نے پایا ''کام دل'' آرام جاں

آپ چل کر تو نے دکھلا دی رہ وصل حبیب
تو نے بتلایا کہ یوں ملتا ہے یار بے نشاں

ہے کشادہ آپ کا باب سخا سب کے لئے
یر احساں کیوں نہ ہوں پھر مرد وزن پیرو جواں

تشنہ روحیں ہوگئیں سیراب تیرے فیض سے
علم و عرفان خداوندی کے بحر بیکراں

ایک ہی زینہ ہے اب بام مراد وصل کا
بے ملے تیرے ملے ممکن نہیں وہ دل ستاں

تو وہ آئینہ ہے جس نے منہ دکھایا یار کا
جسم خاکی کو عطا کی روح اے جان جہاں

تا قیامت جو رہے تازہ تری تعلیم ہے
تو ہے روحانی مریضوں کا طبیب جاوداں

ہے یہی ماہ مبیں جس پر زوال آتا نہیں
ہے یہی گلشن جسے چھوتی نہیں باد خزاں

'کوئی رہ نزدیک تر راہ محبت سے نہیں''
خوب فرمایا یہ نکتہ مہدی آخر زماں

یہ دعا ہے میرا دل ہو اور تیرا پیار ہو
میرا سر ہو اور تیرا پاک سنگ آستاں

(درعدن)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند مقام و مرتبہ

از تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرت میں متعدد بار آنحضور ﷺ کے مقام و مرتبہ واضح کیا ہے، آپؐ کی بعثت سے انسانیت پر کیا عظیم الشان احسان فرمایا ہے اسی طرح آپؐ کے اسم محمد کے متعلق تفصیل سے ذکر فرمایا کہ آپؐ ہی اس نام کے مستحق تھے۔ آپؑ کے ارشادات درج ذیل ہیں:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

''یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے۔ پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے عظیم الشان احسان فرمایا۔ اگر آپ کا وجودِ باجود دنیا میں نہ آتا۔ تو رام رام کہنے والوں کی طرح بہت سے جھوٹے اور بیہودہ اینٹ پتھر وغیرہ کے معبود بنائے جاتے۔ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم آیا اور بت پرستوں سے اس نے نجات دی۔ یہی وہ راز ہے کہ یہ درجہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان احسانوں کے معاوضہ میں ملا کہ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:۵۷)

ادھر ہندوؤں نے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو خدا بنا رکھا ہے۔ اس وقت کی حالت سے کوئی نہیں بتلا سکتا کہ موحد فرقہ کہاں رہتا تھا۔ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے تقاضے کا پتہ چلتا ہے کہ کیونکر تاریکی کے وقت اس کی غیرت ہدایت کا تقاضا کرتی ہے۔ ہندو رام رام اور عیسائی رَبُّنَا الْیَسُوْع رَبُّنَا الْیَسُوْع پکارتے تھے۔ کوئی ایسا نہ تھا جو خدا کا نام لیتا۔ کروڑوں پردوں میں اللہ تعالیٰ کا جلالی اسم مخفی تھا۔ اللہ جل شانہ نے جب احسان کرنا چاہا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ آپ کا نام محمد تھا۔ جس کے معنی ہیں نہایت ہی تعریف کیا گیا۔ جو باب تفعیل سے آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی اسی قدر قابل تعریف ٹھہرتا ہے جس قدر کام کرتا ہے۔ پہلے نبی خاص قوموں کے لئے آتے تھے۔ اور ایک نقص یہ تھا کہ ایک عظیم الشان اصلاح کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام جب آئے، تو وہ صرف بنی اسرائیل ہی کی گمشدہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کے واسطے آئے اور یہودیوں کے پاس اس وقت توریت موجود تھی۔ وہی تورات کی تعلیمات عملدرآمد کے لئے کافی سمجھی گئی تھی اور یہودی تورات کے احکام اور تعلیمات کے قائل اور ان پر قائم تھے۔ ہاں بعض اخلاقی کمزوریاں تھیں، جو ان میں پیدا ہوگئی تھیں۔

اور یہ صاف بات ہے کہ صرف اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنا۔ ان کے نقصانات کو بتلا دینا یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ایک معمولی درجہ کا آدمی بھی ایسا کر سکتا ہے۔ اور اخلاقی واعظ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح کا نام محمد نہ رکھا گیا۔ کیوں؟ کہ ان کی خدمات ایسی اعلیٰ درجہ کی نہ تھی اور اسی طرح پر موسیٰ علیہ السلام جب آئے گو وہ ایک شریعت لے کر آئے مگر ان کا بڑا کام بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا ہی تھا حالانکہ وہ قوم چارسو برس کی تلخیوں اور مصیبتوں کی وجہ سے بجائے خود اس بات پر آمادہ اور تیار تھی کہ کوئی ایسی تحریک ہو تو وہاں سے نکل کھڑے ہوں۔ مادہ تیار تھا۔ صرف تحریک اور محرک کی ضرورت تھی۔ انسان جب کسی بیگار یا بیجا مشقت میں پکڑا جاوے، تو وہ خود اس سے نجات پانی چاہتا ہے۔ اور نکلنے کی خواہش کرتا ہے۔ پس جب بنی اسرائیل فرعون کی غلامی میں پریشان ہو رہے تھے اور اندر ہی اندر وہ اس سے رہائی پانے کی فکر میں تھے۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر جب انہیں کہا کہ میں تم کو فرعون کی غلامی سے نجات دلاؤں گا تو وہ سب تیار ہو گئے۔ بنی اسرائیل کے حالات اور واقعات کو بہ نظر غور دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کی اصل غرض موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی کیا تھی؟ بڑی بھاری غرض یہی تھی کہ وہ فرعون کی غلامی سے نکلیں چنانچہ روحانی امور اور خدا پرستی کے متعلق وہ ہمیشہ ٹھوکر کھاتے رہے۔ اور بے جا گستاخیوں اور شوخیوں سے کام لیتے رہے۔ یہاں تک کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً (البقرہ:۵۶) اِذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْنَ (المائدہ:۲۵) جیسے کلمات کہنے اور ذرا سی غیر حاضری میں گوسالہ پرستی کرنے سے باز نہ آئے اور بات بات میں ضد اور اعتراض سے کام لیتے۔ ان کے حالات پر پوری نظر کے بعد صاف معلوم دیتا ہے کہ وہ صرف اور صرف فرعون کی غلامی سے ہی آزاد ہونا چاہتے تھے۔ خود اپنے آپ میں رہبری اور سرداری کی قوت نہ رکھتے تھے۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کی بات سنتے ہی تیار ہو گئے۔ چونکہ بہت تنگ آچکے تھے مرتا کیا نہ کرتا اپنی سرخروئی انہوں نے اسی میں سمجھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکل پڑے، لیکن آخر کار موسیٰ کی کامیابیوں کی راہ میں ٹھوکر کا پتھر بنے۔ غرض حضرت موسیٰ کو بہت محنت اور مشقت کی ضرورت نہ پڑی۔ قوم زندان غلامی میں گرفتار تھی اور تیار تھی کہ کوئی آئے۔ تو اسے قبول کر لیں۔ ایسی حالت میں کئی ایک لاکھ آدمیوں نے ایک دن میں قبول کر لیا اور انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ وہ کیسی قوم ہے اور موسیٰ کی تعلیم سے انہوں نے کیا کیا فائدہ اٹھایا ہے۔۔ پس یہاں تک کہ ان کو مصر سے نکال لانا کوئی بڑا کام نہ تھا۔ اصلاح کا زمانہ جب آیا اور موسیٰ نے جب کہا کہ ان کو خدا پرست قوم بنا کر وعدہ کی سرزمین میں داخل کریں۔ وہ ان کی شوخیوں اور گستاخیوں اور اندرونی بد اعمالیوں میں گزرا۔ یہاں تک کہ خود حضرت موسیٰ بھی اس سرزمین میں داخل نہ ہو سکے اس لئے ان کا نام بھی محمد نہ ہو سکا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

غرض جہاں تک غور کرتے جاؤ۔ یہ پتہ ملے گا کہ کوئی نبی اس مبارک نام کا مستحق نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آ گیا اور وہ ایک خارستان تھا۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رکھا اور ظلمت کی انتہا ہو چکی تھی۔ میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے۔ سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور ہو اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہرگز نہ کر سکتے تھے۔ ان میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں، لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے، جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔

سراپا محمد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو اور اس بات پر پوری اطلاع ملے کہ اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی اور آپ نے آکر کیا کیا؟ تو انسان وجد میں آکر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ اٹھتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے۔ قرآن شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا۔ ورنہ وہ کیا بات تھی جو آپ کے لئے مخصوصاً فرمایا گیا اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:۵۷) کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی۔ پوری کامیابی پوری تعریف کے ساتھ یہی ایک انسان دنیا میں آیا جو مُحَمَّد کہلایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

عادت اللہ اسی طرح پر ہے۔ زمانہ ترقی کرتا ہے۔ آخر وہ زمانہ آ گیا جو خاتم النبین کا زمانہ تھا جو ایک ہی شخص تھا۔ جس نے یہ کہا یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (الاعراف:۱۵۹) کہنے کو تو یہ چند لفظ ہیں۔ اور ایک اندھا کہہ سکتا ہے کہ معمولی بات ہے مگر جو دل رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے اور جو کان رکھتا ہے وہ سنتا ہے۔ جو آنکھیں رکھتا ہے وہ دیکھتا ہے۔ کہ یہ الفاظ معمولی الفاظ نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ معمولی لفظ تھے، تو بتلاؤ کہ موسیٰ علیہ السلام کو یا مسیح علیہ السلام یا کسی نبی کو بھی یہ طاقت کیوں نہ ہوئی کہ وہ یہ لفظ کہہ دیتا۔ اصل یہی ہے کہ جس کو یہ قوت یہ منصب نہیں ملا وہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ کسی نبی کو یہ شوکت یہ جلال نہ ملا جو ہمارے نبی کریمؐ کو ملا۔ بکری کو اگر ہر روز گوشت کھلاؤ، تو وہ گوشت کھانے سے شیر نہ بن سکے گی۔ شیر کا بچہ ہی شیر ہوگا۔ پس یاد رکھو کہ یہی بات سچ ہے کہ اس نام کا مستحق اور واقعی حقدار ایک تھا۔ جو محمد کہلایا۔ یہ داد الٰہی ہے۔ جس کے دل و دماغ میں چاہے۔ یہ قوتیں رکھ دیتی ہے اور خدا خوب جانتا ہے کہ ان قوتوں کا محل اور موقعہ کونسا ہے۔ ہر ایک کا کام نہیں کہ اس راز کو سمجھ سکے اور ہر ایک کے منہ میں وہ زبان نہیں جو یہ کہہ سکے کہ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا جب تک روح القدس کی خاص تائید نہ ہو یہ کام نہیں نکل سکتا۔

رسول اللہ میں وہ ساری قوتیں اور طاقتیں رکھی گئی ہیں جو محمد بنا دیتی ہیں تا کہ بالقوۃ باتیں بالفعل میں بھی آجاویں، اس لئے آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ایک قوم کے ساتھ جو مشقت کرنی پڑتی ہے۔ تو کس قدر مشکلات پیش آتی ہیں۔ ایک خدمت گار شریر ہو تو اس کا درست کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ آخر تنگ اور عاجز آکر اس کو بھی نکال دیتا ہے۔ لیکن وہ کس قدر قابل تعریف ہوگا جو اسے درست کر لے اور پھر وہ تو بڑا ہی مرد میدان ہے جو اپنی قوم کو درست کر سکے حالانکہ یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مگر وہ جو مختلف قوموں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا۔ سوچو تو سہی کہ کس قدر کامل اور زبردست قویٰ کا مالک ہو گا۔ مختلف طبیعت کے لوگ، مختلف عمروں، مختلف ملکوں، مختلف خیال، مختلف قویٰ کی مخلوق کو ایک ہی تعلیم کے نیچے رکھنا اور پھر ان سب کی تربیت کر کے دکھا دینا اور وہ تربیت بھی کوئی جسمانی نہیں بلکہ روحانی تربیت، خدا شناسی اور معرفت کی باریک سے

Vol. 17 Monthly **Akhbar-e-Ahmadiyya** Germany Issue 09
,Ahmadiyya Muslim Jamaat,National Shoba Tasneef, , Genfer Str.11, 60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652,Email:akhbar.ahmadiyya@hotmail.com

باریک باتوں اور اسرار سے پورا واقف بنا دینا اور نری تعلیم ہی نہیں بلکہ عامل بھی بنا دینا یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔دنیا کے لئے اجتماع بھی ہو سکتے ہیں۔کیونکہ ان میں ذاتی مفاد اور دنیوی لالچ کی ایک تحریک ہوتی ہے۔مگر کوئی یہ بتلائے کہ محض اللہ کے لئے پھر ایسے وقت میں کہ اس جلالی نام سے کل دنیا ناواقف ہو پھر ایسی حالت میں اس کا اقرار کرنا کہ دنیا کی تمام مصیبتوں کو اپنے سر اٹھالینا ہو۔کون کسی کے پاس آسکتا ہے۔جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی عظیم الشان قوت جذب کی نہ ہو کہ بے اختیار ہو ہو کر دل اس کی طرف کھچ آویں اور وہ تمام تکلیفیں اور بلائیں ان کے لئے محسوس اللّذات اور مدرک الحلاوت ہو جاویں۔اب رسول اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کی طرف غور کرو تو پھر کیسا روشن طور پر معلوم ہوگا کہ آپ ہی اس قابل تھے کہ محمد نام سے موسوم ہوتے اور اس دعویٰ کو جیسا کہ زبان سے کیا گیا تھا۔اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً اپنے عمل سے بھی کر دکھاتے چنانچہ وہ وقت آگیا کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً (النصر:۲،۳) اس میں اس امر کی طرف صریح اشارہ ہے کہ آپ اس وقت دنیا میں آئے جب دین اللہ کو کوئی جانتا بھی نہ تھا اور عالمگیر تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور گئے اس وقت کے جبکہ اس نظارے کو دیکھ لیا کہ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً۔

جب تک اس کو پورا نہ کرلیا۔نہ تھکے نہ ماندہ ہوئے۔مخالفوں کی مخالفتیں،اعداد کی سازشیں اور منصوبے،قتل کرنے کے مشورے،قوم کی تکلیفیں آپؐ کے حوصلے اور ہمت کے سامنے سب ہیچ اور بے کار تھیں۔اور کوئی چیز ایسی نہ تھی جو آپؐ کو اپنے کام سے ایک لمحہ کے لئے بھی روک سکتی تھی! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس وقت تک زندہ رکھا۔جب تک کہ آپؐ نے وہ کام نہ کرلیا جس کے واسطے آئے تھے۔یہ بھی ایک سر ہے کہ خدا کی طرف سے آنے والے جھوٹوں کی طرح نہیں آتے۔

اسی طرح پر آپؐ کے صدق نبوت پر آپؐ کی زندگی سب سے بڑا نشان ہے۔کوئی ہے جو اس پر نظر کرے؟ آپؐ کو دنیا میں ایسے وقت پر بھیجا کہ دنیا میں تاریکی چھائی ہوئی تھی اور اس وقت تک زندہ رکھا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدہ:۴) کی آواز آپؐ کو نہ آگئی اور فوجوں کی فوجیں اسلام میں داخل ہوتی ہوئیں آپ نے نہ دیکھ لیں۔غرض اس قسم کی بہت سی وجوہ ہیں،جن سے آپؐ کا نام محمد رکھا گیا۔

احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پھر آپ کا ایک اور نام بھی رکھا گیا۔وہ احمد ہے چنانچہ حضرت مسیحؑ نے اس نام کی پیش گوئی کی تھی۔مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ (الصّف:۷) یعنی میرے بعد ایک نبی آئے گا۔جس کی میں بشارت دیتا ہوں اور اس کا نام احمد ہو گا۔یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کی حد سے زیادہ تعریف کرنے والا ہوگا۔اس لفظ سے صاف پایا جاتا ہے اور سچی بات بھی یہی ہے کہ کوئی اسی کی تعریف کرتا ہے جس سے کچھ لیتا ہے اور جس قدر زیادہ لیتا ہے اسی قدر زیادہ تعریف کرتا ہے۔اگر کسی کو ایک روپیہ دیا جاوے تو وہ اسی قدر تعریف کرے گا اور جس کو ہزار روپیہ دیا جاوے وہ اسی اندازہ سے تعریف کرے گا۔غرض اس سے واضح طور پر پایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ ولہ وسلم نے سب سے زیادہ خدا کا فضل پایا۔دراصل اس نام میں ایک پیش گوئی ہے کہ یہ بہت ہی بڑے فضلوں کا وارث اور مالک ہوگا۔

محمد واحمد

پھر آپ کے مبارک ناموں میں ایک سر یہ ہے کہ محمد اور احمد جو دو نام ہیں۔ان میں دو جُدا جُدا کمال ہیں۔محمد کا نام جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔جو نہایت درجہ تعریف کیا گیا ہے اور اس میں ایک معشوقانہ رنگ ہے۔کیونکہ معشوق کی تعریف کی جاتی ہے۔پس اس میں جلالی رنگ ہونا ضروری ہے۔مگر احمد کا نام اپنے اندر عاشقانہ رنگ رکھتا ہے،کیونکہ تعریف کرنا عاشق کا کام ہے۔کیونکہ وہ اپنے محبوب اور معشوق کی تعریف کرتا رہتا ہے۔اس لئے جیسے محمد محبوبانہ شان میں جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے اسی طرح احمد عاشقانہ شان میں ہو کر غربت اور انکساری کو چاہتا ہے۔اس میں ایک سر یہ تھا کہ آپ کی زندگی کی تقسیم دو حصوں پر کر دی گئی۔ایک تو مکی زندگی جو ۱۳ برس کے زمانے کی ہے اور دوسری وہ زندگی جو مدنی زندگی ہے اور وہ ۱۰ برس کی ہے۔مکہ کی زندگی میں اسم احمد کی تجلی تھی۔اس وقت آپ کی دن رات اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وبکار اور طلب استعانت اور دعا میں گزرتی تھی۔اگر کوئی شخص آپ کی اس زندگی کے بسر اوقات پر پوری اطلاع رکھتا ہو،تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ جو تضرع اور زاری آپ نے اس مکی زندگی میں کی ہے وہ کبھی کسی عاشق نے اپنے محبوب ومعشوق کی تلاش میں کبھی نہیں کی اور نہ کر سکے گا۔پھر آپ کی تضرع اپنے لیے نہ تھی۔بلکہ یہ تضرع دنیا کی حالت کی پوری واقفیت کی وجہ سے تھی۔خدا پرستی کا نام ونشان چونکہ مٹ چکا تھا۔اور آپ کی روح اور خمیر میں اللہ تعالیٰ میں ایمان رکھ کر ایک لذت اور سرور آچکا تھا۔اور فطرتاً دنیا کو اس لذت اور محبت سے سرشار کرنا چاہتے تھے۔ادھر دنیا کی حالت کو دیکھتے تھے تو ان کی استعدادیں اور فطرتیں عجیب طرز پر واقعہ ہو چکی تھیں اور بڑے مشکلات اور مصائب کا سامنا تھا۔غرض دنیا کی اس حالت پر آپ گریہ وزاری کرتے تھے اور یہاں تک کرتے تھے کہ قریب تھا کہ جان نکل جاتی۔اسی کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (الشعراء:۴) یہ آپ کی متضرعانہ زندگی تھی۔اور اسم احمد کا ظہور تھا۔اس وقت آپ ایک عظیم الشان توجہ میں پڑے ہوئے تھے۔اس توجہ کا ظہور مدنی زندگی اور اسم محمد کی تجلی کے وقت ہوا۔جیسا کہ اس آیت سے پتہ لگتا ہے وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ (ابراہیم:۱۶)

(ملفوظات جلد اول صفحہ 418 تا 423 ایڈیشن 2005 انڈیا)

صدق ووفا

ہمارے سید ومولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق ووفا دیکھئے۔آپؐ نے ہر ایک قسم کی بد تحریک کا مقابلہ کیا۔طرح طرح کے مصائب وتکالیف اٹھائے،لیکن پروا نہ کی۔یہی صدق ووفا تھا،جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔اسی لیے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا:اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً (الاحزاب:۵۷)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم دُرود وسلام بھیجو نبیؐ پر۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔لفظ تو مل سکتے تھے،لیکن خود استعمال نہ کیے۔یعنی آپ کے اعمال صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔آپ کی روح میں وہ صدق ووفا تھا اور آپ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔آپ کی ہمت وصدق وہ تھا کہ اگر ہم اوپر یا نیچے نگاہ کریں تو اس کی نظیر نہیں ملتی۔خود حضرت مسیحؑ کے وقت کو دیکھ لیا جاوے کہ ان کی ہمت یا روحانی صدق وفا کا کہاں تک اثر ان کے پیرؤوں پہ ہوا۔ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایک بدروش کو درست کرنا کس قدر مشکل ہے۔عادات راسخہ کا گنوانا کیسا محالات سے ہے۔لیکن ہمارے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہزاروں انسانوں کو درست کیا،جو حیوانوں سے بد تر تھے بعض ماؤں اور بہنوں میں حیوانوں کی طرح فرق نہ کرتے تھے یتیموں کا مال کھاتے۔مردوں کا مال کھاتے۔بعض ستارہ پرست،بعض دہریہ،بعض عناصر پرست تھے۔جزیرہ عرب کیا تھا۔ایک مجموعہ مذاہب اپنے اندر رکھتا تھا ‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 23 تا 24 ایڈیشن 2005 انڈیا)

کامل انسان

’’دُنیا میں ایک ہی کامل انسان گزرا ہے،جس کا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 287 ایڈیشن 2005 انڈیا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علوِ شان

’’سب عزتوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے۔جس کا کل اسلامی دُنیا پر اثر ہے۔آپؐ ہی کی غیرت نے پھر دُنیا کو زندہ کیا۔عرب جن میں زنا،شراب اور جنگ جوئی کے سوا کچھ رہا تھا اور حقوق العباد کا خون ہو چکا تھا۔ہمدردی اور خیر خواہی نوعِ انسان کا نام ونشان تک مِٹ چکا تھا اور نہ صرف حقوق العباد ہی تباہ ہو چکے تھے بلکہ حقوق اللہ پر اس سے بھی زیادہ تاریکی چھا گئی تھی۔اللہ تعالیٰ کی صفات پتھروں،بوٹیوں اور ستاروں کو دی گئی تھیں۔قسم قسم کا شرک پھیلا ہوا تھا۔عاجز انسان اور انسان کی شرمگاہوں تک کی پوجا دُنیا میں ہو رہی تھی۔ایسی حالتِ مکروہ کا نقشہ اگر ذرا دیر کے لیے ایک سلیم الفطرت انسان کے سامنے آجاوے،تو وہ ایک خطرناک ظلمت اور ظلم وجور کے بھیانک اور خوفناک نظارہ کو دیکھے گا۔فالج ایک طرف گرتا ہے،مگر یہ فالج ایسا فالج تھا کہ دونوں طرف گرا تھا۔فساد کامل دُنیا میں برپا ہو چکا تھا۔نہ بحر میں امن وسلامتی تھی اور نہ بر پر سکون وراحت۔اب اس تاریکی اور ہلاکت کے زمانہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں۔آپؐ نے آکر کیسے کاملِ طور پر اس میزان کے دونوں پہلو درست فرمائے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اپنے اصلی مرکز پر قائم کر دکھایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی طاقت کا کمال اس وقت ذہن میں آسکتا ہے۔جبکہ اُس زمانہ کی حالت پر نگاہ کی جائے۔مخالفوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے متبعین کو جس قدر تکالیف پہنچائیں اور اس کے بالمقابل آپؐ نے ایسی حالت میں جب کہ آپؐ کو پورا اقتدار اور اختیار حاصل تھا۔ان سے جو کچھ سلوک کیا،وہ آپؐ کی علوِ شان کو ظاہر کرتا ہے‘‘

ملفوظات جلد اول صفحہ 356 تا 357 ایڈیشن 2005 انڈیا)